عجزت النساء ان یلدن مثل خالدٍ

دنیائے کفر سے ۱۲۵ لڑائیاں لڑنے اور ایک بھی لڑائی میں شکست نہ کھانے والے عظیم المرتبت مجاہد، جنگجو، بہادر اور نامور سپہ سالار کا مختصر تعارف

ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی

نام کتاب سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

مصنف ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

تعداد 1100

اشاعت اول نومبر 1994ء

قیمت /— روپے

ناشر ادارہ اشاعت المعارف۔ ریلوے روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان

☎ 0411-640024

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

کا تعارف اور حالات زندگی

نام: ابو سلیمان خالد رضی اللہ عنہ

ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرۃ۔ مرۃ آنحضرت ﷺ کے ساتویں دادا ہیں اس وجہ سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب ساتویں پشت میں آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام لبابہ صغریٰ بنت الحارث ہے آپ حضرت ام المومنین بنت حارثؓ کی ہمشیرہ ہیں اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حقیقی خالو ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے چھ بھائی اور دو بہنیں تھیں آپ رضی اللہ عنہ کے بھائیوں میں ہشام اور ولید مسلمان ہوئے۔ بہنوں میں سے ایک کی شادی حضرت صفوان بن امیہ کے ساتھ ہوئی تھی اور دوسری کی حارث بن ہشام کے ساتھ۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے والد ولید مکہ کے رؤساء میں شمار ہوتے تھا مکہ مکرمہ سے لیکر طائف تک ان کے باغات تھے آپؓ کا تعلق مخزوم قبیلہ سے تھا جو قریش کے قبیلہ بنو ہاشم کے بعد مرتبہ میں دوسرے نمبر پر تھا آپؓ کے والد کی ثروت کا یہ حال تھا کہ ایک سال بنو

ہاشم مل کر غلاف کعبہ چڑھاتے اور ایک سال ولید تنہا غلاف چڑھاتے تھے۔

حضرت خالد ؓ کی پیدائش: حضرت خالد ؓ کی پیدائش کی صحیح تاریخ کسی کتاب میں مذکور نہیں تاہم مختلف حوالوں سے صرف اس قدر معلوم ہے کہ ظہور السلام کے وقت آپ کی عمر ۱۷ سال تھی۔

بچپن اور تربیت: عرب کے رواج کے مطابق حضرت خالد ؓ کی پرورش بھی مکہ سے باہر دیہاتی ماحول میں ہوئی آپ نے ایسے ماحول میں ہوش سنبھالا جہاں شمشیر آرائی، جنگجویانہ سرگرمیاں آخر وقت تک سامنے ہوتی تھیں۔ نیزہ بازی، شہسواری، شمشیر زنی، جنگی داؤ پیچ سے ہروقت پالا پڑتا تھا آپ بچپن ہی سے نڈر اور صاحب تدبر اور زیرک انسان تھے۔

حضرت خالد ؓ نے ایک ایسے ماحول میں ہوش سنبھالا جہاں شہسواری، نیزہ بازی، شمشیر زنی اور جنگی داؤ پیچ کے سوا دوسرے ذکر اذکار بہت کم تھے۔ مشہور روایتوں کے مطابق حضرت خالد ؓ بچپن ہی سے نہایت پھرتیلے، نڈر اور صاحب تدبیر تھے۔ جوان ہو کر آپؓ کی شجاعت کا رنگ نکھرا اور آپؓ قریش کے منتخب جوانوں میں شمار ہونے لگے۔

مندرجہ ذیل واقعے سے بھی حضرت خالد ؓ کی جسمانی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جسے ابن عساکر نے بھی نقل کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ:

> "بچپن میں ایک دفعہ حضرت عمر ؓ اور حضرت خالد ؓ نے کشتی لڑی اور حضرت خالد ؓ نے حضرت عمر ؓ کی پنڈلی کی ہڈی توڑ ڈالی جو کافی عرصہ علاج کے بعد ٹھیک ہوئی۔

آپؓ کے چہرے پر چیچک کے نشان تھے۔ جسم مضبوط اور گٹھا ہوا اور سینہ بہت کشادہ تھا۔

(از کتاب خالد بن ولید سید امیر احمد)

قبول اسلام سے پہلے:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد کی طرح اسلام سے پہلے اسلام کے شدید مخالف تھے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر کارروائی میں وہ آگے آگے ہوتے تھے۔ جنگ 'بدر اور احد میں آپ کی صلاحیتیں اسلام کے خلاف صرف ہوئیں احد میں آخری مرحلے میں مسلمانوں کو جس شکست کا سامنا کرنا پڑا اس کی بڑی جگہ خالد بن ولید تھے جنہوں نے احد کے عقبی درے سے مسلمانوں پر پے در پے وار کئے تھے مشرکین کے ایک دستے کی قیادت کرتے ہوئے خالد بن ولید نے ایسے زور دار انداز سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے حالانکہ اس سے چند لمحے پہلے اسی جنگ میں مکہ کے بڑے بڑے بہادر الٹے پاؤں بھاگ چکے تھے لیکن خالد رضی اللہ عنہ نے موقع پاتے ہی مسلمانوں پر اس شجاعت سے حملہ کیا کہ ہر طرف افراتفری پھیل گئی جنگ احد کے بعد خالد رضی اللہ عنہ کی مسلمانوں سے دشمنی کا شہرہ دور دور تک ہو گیا عکرمہؓ بن ابی جہل اور عمرو بن عاصؓ آپ کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔

قبول اسلام:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام بھی غیر معمولی سے کم نہیں، مورخین کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آپ کے دل میں اسلام کی روشنی چمکنے لگی۔ صلح حدیبیہ اسلام کا ایک تاریخی واقعہ ہے۔ جس کے ذریعے عرب کے بڑے بڑے سورما اسلام کے ظل عاطفت میں جگہ پا گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی غیر محسوس طور پر اسلام سے محبت پرورش پا رہی تھی۔ وہ دل و جان سے یہ بات محسوس کرتے تھے کہ کسی نہ کسی وقت سارے عرب پر اسلام کا پرچم بلند ہونے والا ہے۔ اس خیال سے انہوں نے قریب سے آنحضرت ﷺ کی نقل و حرکت، انداز گفتگو، طرز عمل، کردار، اور اسوۃ حسنہ کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ انہوں نے بہت جلد محسوس کیا کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب بہت ہی پاکیزہ زندگی گزارنے والے لوگ ہیں۔ ان کی سچائی، بے نفسی، سادگی، حسن سلوک، رعب وجلال، اور فکر و نظر کی جاذبیت دیکھ کر حد درجہ متاثر ہوئے۔ ادھر آنحضرت ﷺ بھی آپ کی صلاحیتوں سے بے خبر نہ تھے۔ آپ کو وحی کے ذریعے اس کی خبر ہوئی کہ خالد رضی اللہ عنہ کا دل اسلام کی روشنی سے آراستہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے خالد رضی اللہ عنہ کے بھائی ولید سے جو اس سے پہلے آغوش اسلام میں آچکے تھے۔

فرمایا:

"خالد رضی اللہ عنہ پر اسلام کی سچائی ظاہر ہو چکی ہے۔ پھر وہ اسلام کیوں نہیں لاتا"

آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد سن کر حضرت ولید نے بھائی کے نام درج ذیل خط لکھا۔

"بھائی نامعلوم آج آنحضرت ﷺ کو تم خود بخود کیوں یاد آگئے' فرماتے تھے خالد رضی اللہ عنہ پر اسلام کی حقانیت ظاہر ہو چکی ہے۔ وہ اسلام کیوں نہیں لاتا" بھائی تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ جلد آکر دولت اسلام حاصل کر لو' اور اس میں ایک لمحہ کی تاخیر نہ کرو۔

(از کتاب خالد رضی اللہ عنہ بن ولید از سید امیر احمد صفحہ ۱۸)

حضرت فرماتے ہیں کہ ولید کا خط دیکھتے ہی میری یہ حالت ہو گئی کہ بے اختیار میری زبان سے کلمہ توحید جاری ہو گیا۔ اور جی چاہا کہ پر لگا کر محمد ﷺ کے پاس پہنچ جاؤں اور اپنا تن من سب آپ ﷺ پر نثار کر دوں۔

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مکہ سے مدینہ کا سفر کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ایمان لانے کا واقعہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

میں نے مدینہ پہنچتے ہی سفر کے کپڑے اتار کر عمدہ پوشاک زیب تن کیا اور حضور اقدس کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا اسی جگہ میرے پاس میرے بھائی ولید آگئے۔ انہوں نے کہا کئی روز سے مدینہ منورہ کے لوگ آپ کا انتظار کر رہے تھے آنحضرت ﷺ فرما چکے ہیں بہت جلد مکہ کے کئی بہادر ہماری طرف آجائیں گے۔ اس سے لوگوں میں آپ کا بہت اشتیاق ہے آنحضرت ﷺ سخت انتظار میں ہیں جلدی کرو' اس فقرے نے میرے تن بدن میں بجلی پیدا کر دی۔ بس پھر کیا تھا میں جونہی تاجدار رسالت ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا میری حالت فرط عقیدت سے غیر ہو گئی میں دیدار رسول کی خوشی میں دیوانہ ہو گیا اور پروانہ وار حضور کے قدموں میں

جاگرا۔

جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کلمہ توحید پڑھا آپ ﷺ نے مسکرا کر درج ذیل الفاظ فرمائے۔

الحمد الله الذی هداك الی السلام تمام تعریفیں اس خدا کے لئے جس نے آپ کو اسلام کی طرف راغب کر دیا۔

خالد بن ولید ؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے کیونکہ میں نے اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی آپ نے فرمایا آپ کا اسلام لانا ہی تمام غلطیوں کی معافی ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اسلامی خدمات

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا تھا کہ کفر پر غشی طاری ہو گئی۔ آپ ؓ کے ساتھ عکرمہ بن ابو جہل ؓ اور عمرو بن عاص ؓ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت ﷺ کی زندگی کے چار سال اور اس کے بعد حضرت ابو بکر حضرت عمر ؓ کے ادوار حکومت میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کارناموں سے اسلام کی تاریخ مہر منیر کی مانند چمک رہی ہے۔

مؤرخین کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چھوٹی بڑی ۱۲۵ لڑائیاں لڑیں اور ایک بھی لڑائی میں شکست نہیں کھائی۔ عرب میں مشہور تھا جس جنگ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہوں گے اس میں فتح غالب ہے آپ کثرت و قلت کے اعداد و شمار سے بے نیاز تھے۔ نپولین، سکندر، ہٹلر، اور دنیا کے بڑے سے بڑا کوئی جرنیل حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی پرچھائیں تک بھی نہیں پہنچ سکا۔ جنگ موتہ سے لیکر ایران کی سب سے بڑی لڑائی تک کونسا موقع ہے جہاں اس اولوالعزم جرنیل کے انمٹ نقوش نے اسلامی تاریخ کو روشن نہیں کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں:

اسلام میں آنے کے بعد ذیل میں ہم حضرت خالد بن ولید ؓ کی پہلی جنگ میں شرکت کا واقعہ سید امیر احمد کی زبان سے نقل کرتے ہیں ان سے آپ کو معلوم ہو گا کہ

اسلامی جرنیل کی وہ کونسی خصوصیات تھیں جن کے باعث انھیں آنحضرت ﷺ نے سیف اللہ لقب عطا فرمایا تھا۔

غزوہ موتہ (جمادی الاول ۸ ھ)

یہ پہلا غزوہ ہے جس میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد شریک ہوئے اور یہ غزوہ آپ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔

شرجیل والئے بصریٰ کے پاس حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن عمیر کو خط دے کر روانہ کیا گیا تھا دنیا بھر میں قاصد کی عزت اور جان کی حفاظت فرض سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اپنی طاقت کے زعم میں شرجیل نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو نہایت بے دردی سے شہید کرا دیا۔

جب رسول کریم ﷺ کو اپنے قاصد کی شہادت کی خبر ملی۔ تو سخت صدمہ ہوا۔ کچھ عرصہ تو آپ ﷺ یہودیوں کی مخالفت دبانے میں مصروف رہے لیکن جونہی اس طرف سے اطمینان حاصل ہوا' حضور ﷺ نے تین ہزار مسلمانوں کا ایک لشکر حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن عمیر کا قصاص لینے کے لئے روانہ کیا۔ لشکر کی امارت حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کے سپرد ہوئی۔ روانگی سے قبل آنحضرت ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں۔ تو جعفر بن ابی طالب لشکر کے امیر ہوں اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں اور ان کے بعد مشورے سے سردار مقرر کیا جائے۔ حضرت رسول کریم ﷺ ثنیۃ الوداع تک لشکر کے ہمراہ گئے۔ اور اس کے بعد آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

موتہ سرزمین شام کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جب یہ لشکر موتہ پہنچا تو شرجیل نے لشکر اسلام کا احوال معلوم کرنے کے لئے اپنے بھائی سدوس کو پچاس سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ مشرکین کا یہ گروہ مسلمانوں کی بے خبری میں پہنچا اور جنگ شروع ہو گئی چنانچہ سدوس مارا گیا۔ شرجیل اپنے بھائی سدوس کے قتل کی خبر سن کر خوف زدہ ہو گیا اور قلعہ میں پناہ لی۔ پھر وہاں سے اپنے ایک اور بھائی کو قیصر روم کے پاس' جو یلغار میں تھا مدد لانے کے لئے بھیجا' چنانچہ ہرقل نے اس کے ہمراہ یک لاکھ فوج بھیج دی۔ بعض مورخین نے کہا ہے کہ اس فوج کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ جب اس لشکر کی خبر مسلمانوں کو

ہوئی تو انہیں تشویش ہوئی بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ آنحضرت ﷺ کو صورت حالات سے مطلع کیا جائے حضور ﷺ چاہے ہمیں واپسی کا حکم دیں یا کمک روانہ فرمائیں۔ لیکن عبداللہؓ بن رواحہ نے کہا۔

"اے لوگو! جس چیز یعنی شہادت سے تم ڈرتے ہو' اسی کے لئے تو اپنا وطن چھوڑ کر یہاں آئے ہو' مسلمانوں کو کبھی لشکر کی کثرت نے فتح نہیں کیا۔ بدر کی لڑائی میں ہم بہت کم تھے اور دشمن بہت زیادہ۔ ہمارے پاس بے سروسامانی کی وجہ سے صرف دو گھوڑے تھے۔ لیکن پھر بھی خدائے عزوجل نے کفار جو ہر طرح کے سازو سامان سے آراستہ تھے ہمیں کو فتح عطا فرمائی۔ اس وقت ہماری مہم کی تکمیل صرف دو صورتوں میں ہو سکتی ہے یا تو ہمیں فتح حاصل ہوگی اور ہمارا غازیان اسلام میں شمار ہوگا یا شہادت نصیب ہوگی۔ تو اس صورت میں ہم جنت میں اپنے دوستوں سے ملاقات کریں گے اور ہر صورت میں ہم خداوند تعالٰی کی رضامندی حاصل کریں گے جو ہماری زندگی کا مقصد اعلیٰ ہے۔

صحابہؓ نے حضرت عبداللہؓ کی تائید کی' چنانچہ مومنین اور مشرکین کی صفیں مقابلے کے لئے آراستہ ہوگئیں حضرت زیدؓ مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے شہید ہوگئے آپ کی شہادت کے بعد حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے اسلامی علم سنبھالا اور کفار سے لڑنے لگے آپ کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا تو آپ پیادہ پا لڑنے لگے اچانک ایک کافر کی شمشیر سے آپ کا دایاں بازو کٹ گیا۔ آپ نے علم اسلام کو بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ جب وہ بھی کٹ گیا تو اپنے دونوں پیروں کے درمیاں علم کو سنبھالا اور کٹے ہوئے بازوؤں کے سہارے اونچا رکھنے کی کوشش کی۔ اسی اثناء میں ایک کافر نے آپ کی کمر پر ایسی تلوار ماری کہ دو ٹکڑے ہوگئے آپ کی شہادت پر عبداللہؓ بن رواحہ نے جھپٹ کر علم اسلامی کو اٹھالیا اور کفار سے مقابلہ کرنے لگے۔ لیکن بہت سے کافروں کو جہنم پہنچا کر آپ بھی شہید ہوگئے۔

لڑائی کا عنوان ابتداء ہی سے کچھ بگڑا ہوا تھا ان سرداروں کے شہید ہونے سے کفار کی ہمت اور بڑھ گئی۔ جب عبداللہؓ بن رواحہ شہید ہوئے تو علم اسلام کو گرتا دیکھ کر کفار

اس کی طرف دوڑے لیکن ثابتؓ بن اقرم نے علم کو فوراً اٹھا لیا اور لشکر اسلام سے جو اس وقت ہراساں اور مرعوب تھا مخاطب ہو کر بولے۔

"یا معاشر المسلمین اصطلحوا علی رجل منکم (یعنی اے گروہ مسلمین؟ تو لوگ کسی ایک شخص کو اپنا امیر بنانے پر متفق ہو جاؤ۔ میں نے اسلام کے علم کو سنبھالنے میں مبارزت کرکے ایک نیک کام کیا ہے کسی کا حق غصب نہیں کیا"

لشکر اسلام نے جواب میں کہا "رضینا بک (یعنی ہم تمہاری امارت سے رضی ہیں) ثابت بن اقرم نے جواب دیا "ما انا بفاعل فاصطلحوا علی خالد بن ولید" (یعنی میں اس کام کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تم لوگ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی امارات پر متفق ہو جاؤ)۔

چنانچہ مسلمان اس رائے پر متفق ہو گئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو امیر لشکر بنالیا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر حضرت ثابتؓ بن اقرم سے علم لے لیا۔ علم اسلامی کو لیتے وقت آپ نے حضرت ثابتؓ بن اقرم سے کہا "تم مجھ سے عمر بھی بڑے ہو اور مرتبے میں، کیونکہ تم اصحاب بدر میں سے ہو"

لیکن حضرت ثابتؓ بن اقرم نے فرمایا "یہ سب کچھ سہی مگر فنون جنگ میں مہارت شجاعت اور مردانگی تمہارا ہی حصہ ہے۔ فی الواقع میں نے تمہیں ہی دینے کے لئے علم اٹھایا تھا"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید امیر لشکر ہوئے تو مسلمان خوف زدہ ہو کر بھاگ رہے تھے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اشارے سے قطبہؓ بن عامرؓ نے پکار کر کہا۔

"مسلمانو! میں تم سے پوچھتا ہوں، آخر تم موت سے بھاگ کر کہاں جا سکتے ہو، وہ تو تمہیں ہر جگہ آپکڑے گی۔ پھر کیوں نہ میدان جہاد میں مردوں کی طرح جان دے دیں۔ ذرا غور تو کرو۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہونا اچھا ہے یا بزدلوں اور نامردوں کی طرح بھاگتے ہوئے پشتوں پر دشمن کے تیر کھا کر نامرادی اور ذلت کی موت مرنا۔

یاد رکھو! جو لوگ موت سے ڈر کر بھاگتے ہیں' دنیا کے کسی
حصے میں انھیں ذلت' خوف اور نامرادی سے نجات نہیں ملتی۔ ایک
مومن کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ وہ مردانہ وار مقابلہ
کرتے ہوئے سینے پر زخم کھائے اور سرخرو ہو کر اپنے معبود کے
دربار میں پہنچ جائے۔

کیا تم اس معمولی سی بات کو بھی نہیں سمجھتے کہ اگر یونہی
بھاگتے رہے تو کافر تم میں سے ایک کو بھی گھر تک نہ پہنچنے دیں گے
اور تم سب بزدلوں کی موت مارے جاؤ گے"

یہ سن کر مسلمان سنبھلے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حیرت انگیز پھرتی اور ہوش مندی کے ساتھ انھیں منظم کر کے دشمن کو آگے بڑھنے سے روکا۔ لڑائی اتنے پورے زور پر تھی کہ شام ہو گئی اور دونوں لشکروں نے اپنے اپنے پڑاؤ کا رخ کیا۔

صبح ہوئی تو میسرہ کو میمنہ کی جگہ استادہ کیا اس صورت سے لشکر کی ایسی کایاپلٹ ہو گئی کہ دیکھنے والا یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ یہ وہی لشکر ہے جو کل لڑ رہا تھا مشرکین نے جب لشکر کو اس ترتیب سے دیکھا تو خوف زدہ ہو گئے اور یہ سمجھے کہ رات ہی رات میں مسلمانوں کو کمک مل گئی ہے اس خیال نے ان پر ایسا ہراس طاری کیا کہ مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور راہ فرار اختیار کی۔ اس طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مظفر منصور کیا اور دشمنان اسلام کو شکست ہوئی۔ جنگ موتہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جس بہادری اور تدبر کا مظاہرہ کیا' تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ کہاں تین ہزار مسلمان اور کہاں ایک لاکھ کفار لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حسن تدبیر نے اقلیت کو اکثریت پر غالب کر دیا اور کافر خوف زدہ ہو کر میدان سے بھاگ گئے۔

جنگ موتہ میں دوسرے دن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لشکر اسلام کی ترتیب کو بدل دینا ایک بہت بڑی جنگی تدبیر تھی جو خاطر خواہ طریقے پر کامیاب ہوئی اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح نے ان دشمنان اسلام کی آنکھیں کھول دیں جو اپنی اکثریت کے بل بوتے پر مٹھی بھر موحد صحابہ کو ختم کر دینا چاہتے تھے معتبر روایتوں کے مطابق جنگ موتہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔

جنگ موتہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے مدینہ کا رخ کیا اور راستے میں ان قلعہ والوں کا محاصرہ کیا جنہوں نے جاتے وقت پریشان کیا تھا اس قلعہ کو فتح کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

سیف اللہ کا خطاب:

جنگ موتہ میں لشکر اسلام کے امراء کے علاوہ دس اور جلیل القدر صحابی بھی شہید ہوئے معتبر ذرائع سے ثابت ہے کہ اللہ تعالٰی نے جنگ موتہ کے تمام حالات سے اپنے رسول ﷺ کو مطلع کر دیا تھا اور حضور ﷺ اپنے اصحاب کو لڑائی کے حالات سے آگاہ فرما رہے تھے چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا

اخذ الرایت زید فاصیب ثم اخذھا جعفر فاصیب ثم اخذھا ابن رواحہ فاصیب

زیدؓ نے علم اٹھایا اور وہ شہید ہوئے پھر جعفر نے علم سنبھالا وہ شہید ہو گئے اور ان کے بعد ابن رواحہؓ نے علم اسلامی کو لیا تو وہ بھی شہید ہو گئے۔

ان الفاظ کو ادا کرتے وقت حضرت رسول اکرم ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن رواحہؓ کے بعد خالد رضی اللہ عنہ نے جو خدا کی تلوار ہے علم سنبھالا ہے اور فتح پائی ہے پھر فرمایا "یا الٰہی! خالد رضی اللہ عنہ تیری تلوار ہے تو ہمیشہ اس کو فتح مند رکھیو!"

اسی دن سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کا لقب سیف اللہ ہو گیا۔

سید کونین ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حق میں جو دعا فرمائی اسے بحکم کلام ربانی وما ینطق عن الھدی ان ھو الا وحی یوحی (یعنی ہمارے حبیب اپنی خواہش نفس سے کوئی کلام نہیں کرتے۔ بلکہ وہی بات کہتے ہیں جو بذریعہ وحی ہم ان کی طرف القا کرتے ہیں) شرف قبولیت تو حاصل ہونا ہی تھا۔ لیکن اس دعا کی برکت سے خالد رضی اللہ عنہ کا دل و دماغ جنگی قابلیتوں کا مخزن بن گیا۔ ان کی رگ و پے میں شجاعت کے سمندر موجزن ہو گئے ان کا عضو عضو بے پایاں استقلال سے سرشار ہو گیا۔ اور راہ خدا میں نثار ہونے کے لئے ان کے جذبات شوق ہر وقت متلاطم رہنے لگے۔

فتح انطاکیہ

حلب کو فتح کرنے کے بعد لشکر اسلام نے انطاکیہ کا رخ کیا۔ ان دنوں شاہ ہرقل بھی انطاکیہ میں تھا اور مسلمانوں کی فتوحات اور رومن ایمپائر کا انجام دیکھ رہا تھا رومی ہر میدان میں مسلمانوں سے شکست کھا رہے تھے اور ہرقل کا اقتدار بڑی تیزی سے ختم ہو رہا تھا جب اسے بیت المقدس اور حلب کی فتح کا حال معلوم ہوا تو اس کی پریشانی حد سے بڑھ گئی اور اسے یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا اس کے بس کی بات نہیں۔ اسکے پاس دولت، فوج اور ساز و سامان کی کمی نہ تھی لیکن مسلمانوں کے سامنے اس کی پیش نہ جاتی تھی۔ نہ دولت کا لالچ مسلمانوں کو ڈگمگا سکا اور نہ اس کی آہن پوش فوجیں مجاہدوں کو مرعوب کر سکیں۔ ایک آندھی تھی کہ چھیلتی جا رہی تھی ایک طوفان تھا کہ ہر رکاوٹ کو بہاتا ہوا بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

شاہ ہرقل مسلمانوں کے ہاتھوں کئی چرکے کھا چکا تھا لیکن بیت المقدس اور حلب کی فتح ایک ایسی چوٹ تھی کہ اس کا یقین ڈانواں ڈول ہو گیا اور اس نے اپنے مشیروں کو بلا کر اپنے آپ کو بہلانے کی ایک آخری کوشش کی۔ اس کے مشیروں میں جبلہ بن ایہم غسانی بھی شامل تھا جو جنگ یرموک سے جان بچا کر بھاگ آیا تھا۔

شاہ ہرقل نے اپنے مشیروں سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ اب مسلمان سارے ملک شام پر قابض ہو جائیں گے انطاکیہ شام کا آخری شہر ہے اور آج کل میں وہ یہاں بھی آیا چاہتے ہیں۔ اگر اس پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا تو سمجھ لو شام کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔ اس کے بعد ارض شام میں ہمارے لئے کوئی جگہ نہ ہو گی۔ مجھے تعجب ہے کہ اتنی طاقت اور وسائل کے باوجود ہم ایک جگہ بھی انہیں شکست نہیں دے سکے۔ میرے بڑے بڑے سالار ان کے سامنے بے بس ہو گئے اور لاکھوں سپاہی گاجر مولی کی طرح کٹ گئے افسوس کہ ایک ایسی قوم جو ہمیشہ ہماری مطیع اور تابع فرمان رہی۔ جس نے ہمیشہ ہم سے خوف کھایا اور ہمارے رحم و کرم اور سخاوت کی بدولت زندہ رہی۔ وہ ہم پر غالب آ گئی اور ہم ایسے بے بس ہو گئے جیسے کوئی قدرت ہی نہیں رکھتے۔

ہرقل کی یہ باتیں سن کر جبلہ بن ایہم نے کہا۔ اے بادشاہ میرے خیال میں مسلمانوں

کو مغلوب اور منتشر کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ کس طرح ان کے خلیفہ کو قتل کر دیا جائے۔ ان کا خلیفہ ہی ان کی تمام سرگرمیوں کا مرکز ہے۔

ہرقل نے کہا۔ "لیکن جب تک خلیفہ قتل ہو گا وہ ہمارا اقتدار ختم کر چکے ہوں گے اور پھر ہم میں اتنی طاقت نہ ہو گی کہ ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا سکیں"

جبل بن ایہم نے کہا۔ "اس وقت تک ہم جم کر ان کا مقابلہ نہیں کریں گے۔ بلکہ منتشر ہو کر چھوٹی چھوٹی جنگوں میں انہیں الجھائے رکھیں گے۔

ہرقل کو جبلہ بن ایہم کا یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اسی وقت ایک شخص واثق نامی کو مدینہ روانہ کیا گیا تاکہ حضرت عمرؓ کو قتل کر دے۔

جب واثق مدینہ پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ دوپہر کو ایک درخت کے نیچے سویا کرتے تھے چنانچہ دوسرے دن وہ اس درخت پر چڑھ کر چھپ گیا حضرت عمرؓ آئے اور چٹائی بچھا کر سو گئے۔ جب واثق نے نیچے اتر کر وار کرنے کا قصد کیا تو حضرت عمرؓ کی ہیبت سے ہاتھ پاؤں قابو میں نہ رہے اور حضرت عمرؓ خود بخود بیدار ہو گئے۔

یہ واقعہ دیکھ کر واثق کے دل پر بہت اثر ہوا اور اسنے سوچا کہ ایسے شخص کو کون مار سکتا ہے جس کی حفاظت قدرت خود کرتی ہے۔ چنانچہ اس نے حضرت عمرؓ سے اپنے آنے کا سارا حال کہہ سنایا اور اس کے بعد کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

واثق مدینہ روانہ کرنے کے بعد ہرقل نے اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا اور شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کے انتظار میں ڈیرے ڈال دیئے تھوڑے عرصے میں مسلمانوں کا لشکر بھی انطاکیہ پہنچ گیا ہرقل کو ان کی آمد کا اس وقت علم ہوا جب وہ آہنی پل پر قبضہ کر چکے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے حضرت ابو عبیدہؓ کو مشورہ دیا کہ ہمیں یہیں کیمپ لگا دینا چاہئے اور سامنے جو کھلی جگہ ہے اسے لڑائی کے لئے چھوڑ دینا چاہئے حضرت ابو عبیدہؓ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ پسند آیا اور لشکر اسلام وہیں رک گیا۔

دوسرے دن دونوں لشکر صف آرا ہوئے۔ رومیوں کا ایک پہلوان بطورس نامی میدان جنگ میں نکلا اور مسلمانوں کی طرف سے دامس ابوالہول میدان میں گئے کچھ دیر جنگ ہوتی رہی۔ لیکن دامس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑے۔ رومی پہلوان نے

بڑھ کر انہیں گرفتار کر لیا اور اپنے کیمپ میں چھوڑ آنے کے بعد پھر آ کر للکارنے لگا۔

اب مسلمانوں کی طرف سے ضحاکؓ آگے بڑھے۔ ضحاکؓ حضرت خالد بن ولیدؓ سے مشابہت رکھتے تھے اس لئے رومی سپاہی اپنے بہادر کو خوب داد دے رہے تھے اسی ہلچل میں بطورس کا خیمہ رسی ٹوٹ جانے سے گر پڑا اسی خیمے میں دو سپاہیوں ابوالہول کے گرد پہرا دے رہے تھے انہوں نے گھبراہٹ میں ابوالہول کو رہا کر دیا۔ ابوالہول نے رہا ہوتے ہی دونوں سپاہیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد انہوں نے خیمہ میں سے بطورس کی وردی پہنی۔ تلوار نکالی اور گھوڑے پر سوار ہو کر رومیوں میں چلے گئے۔ یہاں انہوں نے جبلہ بن ایہم کو دیکھا جو اپنی قوم میں بڑی شان سے ٹہل رہا تھا۔ انہوں نے بڑھ کر جبلہ پر تلوار کا وار کیا اور گھوڑا دوڑاتے اپنے لشکر میں آ ملے۔ ادھر ضحاکؓ اور بطورس تھک کر اپنے اپنے لشکر میں لوٹ آئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ اپنے بہادر کے آنے پر بہت خوش ہوئے اور اسے فتح کی علامت سمجھا ادھر رومیوں میں اس واقعے سے بہت بددلی پھیل گئی جبلہ بن ایہم کا بھتیجا مارا جا چکا تھا اور ہرقل کو بھی اپنی موت سامنے دکھائی دے رہی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک غلام یاپس کو جس کی شکل و شباہت اس سے ملتی تھی اپنا تاج پہنا دیا اور خود چپکے سے قسطنطنیہ روانہ ہو گیا۔

دوسرے دن لشکر اسلام نے صفیں درست کرتے ہی حملہ کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ وہ جس طرف جاتے دشمن کی صفیں صاف کر دیتے اس دن مسلمانوں نے اس قدر تیغ زنی کی کہ دشمن کے ستر ہزار آدمی قتل ہوئے اور چالیس ہزار گرفتار ہوئے۔ گرفتار ہونے والوں میں یاپس بھی تھا جسے بادشاہ سمجھ کر گرفتار کر لیا گیا تھا جبلہ ابن ایہم قسطنطنیہ بھاگ گیا۔ اور باقی لشکر تتر بتر ہو گیا انطاکیہ کی فتح سے کل ملک شام مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

سرحدی علاقے کی تسخیر:

فتح انطاکیہ کے بعد سارے شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا لیکن اس کی حفاظت کے لئے نواحی علاقے کو فتح کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے میسرہؓ بن مسروق کو شمال

کے پہاڑی اضلاع کی طرف اور حضرت خالد بن ولید کو دریائے فرات کی جانب مختصر سی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔

حضرت خالد کو دریائے فرات تک کا علاقہ فتح کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی ہر طرف ان کے نام کی شہرت اور دبدبہ تھا جونہی دشمن کو ان کی خبر ہوتی' وہ وہ وحشت کے مارے بغیر مقابلہ کئے ہتھیار ڈال دیتا۔ چنانچہ یہ علاقہ فتح کرنے کے بعد وہ حضرت ابو عبیدہؓ سے آملے۔

جنگ مرج القبائل

حضرت میسرہؓ بن مسروق کی قیادت میں جو لشکر روانہ ہوا تھا۔ وہ پہاڑی راستوں میں سے گزرتا ہوا پانچویں دن مرج القبائل کی وادی میں پہنچ گیا۔ یہاں آکر مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑا رومی لشکر کچھ فاصلے پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہے سردار لشکر نے یہ سوچا کہ اگر ہم نے کھلے میدان میں جا کر دشمن کا مقابلہ کیا تو ہمارے مٹھی بھر سپاہی کچھ نہ کر سکیں گے۔ اس لئے وہ وہیں رک گئے جب رومیوں کو مسلمانوں کے قیام کا پتہ چلا تو وہ بڑھ کر مسلمانوں کے مقابلے کو آئے۔

دوسرے دن جانبین نے لڑائی کے لئے صف آرائی کی۔ رومیوں کو اپنی کثرت پر ناز تھا اور مسلمانوں کو اپنی قوت ایمانی پر کئی روز تک لڑائی ہوتی رہی۔ مجاہدین اسلام کی یہ مختصر سی جماعت مضبوط اور توانا سرحدی قبائل سے برسرپیکار رہی۔ کفار کثیر تعداد میں اور مسلمان روز بروز شہید ہو کر کم ہو رہے تھے۔

کفار یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اسی طرح کم ہوتے ہوتے کوئی دن میں مسلمان مغلوب ہو کر ہتھیار ڈال دیں گے۔ لیکن مجاہدین کی یہ قلیل سی جماعت کس طرح پیچھے نہ ہٹتی تھی۔

مسلمانوں نے ایک قاصد حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ انہیں صورت حال سے مطلع کرے۔ چنانچہ جب قاصد نے انہیں تمام حال سنایا تو انہیں بہت رنج ہوا۔ کفار کی کثرت اور تنگ و تاریک گھاٹیوں میں مسلمانوں کی بے بسی ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی اور انہوں نے اپنے جرنیلوں کو مشورے کے لئے طلب کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے کہا۔ "آپ مسلمانوں کی حالت سے ہرگز پریشان نہ ہوں میں ابھی فرات کی مہم سر کر کے آرہا ہوں جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے میرا خون کھول رہا ہے وہ مجاہدین جو دین اسلام کی حفاظت کے لئے پیدا ہوئے ہیں آج خون میں نہا رہے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ انہوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالے ہیں اور آخری دم تک لڑنے کا تہیہ کرلیا ہے۔ کاش! میرے گھوڑے کو پر لگ جائیں اور میں ابھی وہاں پہنچ جاؤں"

چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ نے فوراً تین ہزار جوانوں کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے ہمراہ روانہ کیا۔ یہ سوار بجلی کی سی تیزی کے ساتھ سرحدی علاقے کی طرف روانہ ہو گئے۔

مسلمان اب تک بڑے حوصلے سے لڑ رہے تھے۔ ایک روز رومیوں کے ایک بہت بڑے پہلوان نے چیلنج دیا کہ کوئی مسلمان میرے مقابلے کو نکلے۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت عبداللہ آگے بڑھے۔ رومی پہلوان حضرت عبداللہ کو گھوڑے سے کھینچ کر اپنے لشکر میں لے گیا۔ اس پر مسلمانوں کے سردار میسرہؓ بن مسروق میدان میں نکلے اور حضرت عبداللہؓ کا بدلہ لینے کے لئے بڑی شدت سے حملہ کرنے لگے۔ اتنے میں انہیں دور سے گرد و غبار اڑتا دکھائی دیا۔ مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ جسے سن کر رومی پہلوان فوراً بھاگ کر اپنے لشکر میں چلا گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی۔ اس روز فریقین نے مزید جنگ نہ کی اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔

رات بھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ جنگ کی تیاری کرتے رہے۔ اور دوسرے روز لشکر اسلام نہایت مستعدی سے میدان میں نکلا۔ رومی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر سن کر ڈر گئے اور صلح کا پیغام بھیجا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "ہماری طرف سے یہ شرطیں ہیں یا تو اسلام قبول کرو۔ یا جزیہ دے کر ہماری حفاظت میں آجاؤ۔ ورنہ یہ تلوار' جو کئی روز سے تمہارے خون کی پیاسی ہے' فیصلہ کرے گی"

رومیوں نے ایک دن کی مہلت مانگی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں سوچنے کے لئے ایک دن اور دے دیا۔ دوسرے روز جب لشکر اسلام میدان میں نکلا تو رومیوں کی طرف

بالکل سکوت تھا وہ راتوں رات سب سامان چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گئے تھے۔ مسلمانوں نے سامان جنگ اکٹھا کیا اور واپس لشکر اسلام میں آملے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی دہشت ہی اس قدر تھی کہ دشمنان اسلام پر ان کا نام سنتے ہی لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

حضرت ابو عبیدہ ؓ نے حضرت عمر ؓ کو فتح کی خوشخبری کے ساتھ حضرت عبداللہ ؓ کی گرفتاری کی اطلاع دی۔ حضرت عمر ؓ نے ہرقل والئی روم کو لکھا جس نے بہت سے تحائف کے ساتھ حضرت عبداللہ ؓ کو واپس بھیج دیا۔

اس فتح کے بعد ان تمام اطراف میں مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی وفات

دنیا میں بڑے بڑے فاتحین پیدا ہوئے اور انہوں نے بڑے بڑے ملکوں پر حکومت کی ہے ان فاتحین میں نپولین' سکندر اور تیمور کے نام بہت مشہور ہیں لیکن جو شہرت اور نیک نامی حضرت عمر ؓ کو حاصل ہے وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی۔ حضرت عمر ؓ نے جو علاقہ فتح کیا وہاں انہوں نے اس حسن تدبر سے کام لیا کہ سارے ملک کی ایک ہی حالت کر دی۔

جب ملک شام فتح ہو گیا تو انہوں نے مسلمانوں کو مزید فتوحات کی اجازت نہ دی اس قدر ملک فتح ہو چکا تھا اس کے انتظام کی طرف توجہ دی۔ چنانچہ مفتوحہ علاقے کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے گورنر مقرر کئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو قنسرین کا گورنر مقرر کیا گیا۔ لیکن آپ کچھ عرصہ بعد مستعفی ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے۔

حضرت عمر ؓ کی خلافت کے پانچویں یا چھٹے سال حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں وفات پائی آپ مرض الموت میں فرماتے تھے "میں نے عرصہ تک مشرکین کے خلاف جہاد کیا اور اور بیسیوں جنگوں میں جام شہادت کی طلب میں جان توڑ کر لڑائی کی۔ آپ اپنے آپ کو بارہا ہزاروں کفار کے نرغے میں ڈال دیا۔ لیکن افسوس شہادت کی آرزو پوری نہ ہوئی میرے جسم پر کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تلوار یا نیزے کا نشان نہ ہو۔ لیکن افسوس مجھے

موت نے بستر پر آدبوچا۔ میدان جہاد میں شہادت نصیب نہ ہوئی"

اسلام کا یہ بہادر سپاہی یہی حسرت لئے اللہ کو پیارا ہوگیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس نیک دلی اور حوصلے سے حضرت خالد بن ولیدؓ نے امیرالمومنینؓ کے احکام کی تعمیل کی اس کی مثال نہیں ملتی۔ فوجوں کا سپہ سالار قدرت رکھتا تھا کہ اپنے احکام منوالے۔ لیکن جس نے اپنے آپ کو راہ خدا میں وقف کردیا ہو۔ وہ ذاتی شان و شوکت کا محتاج نہیں ہوتا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی وفات کے بعد جب ان کے اثاثے کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ نے ایک غلام ایک گھوڑے اور چند ہتھیاروں کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا۔ اللہ اللہ دنیا کا سب سے بڑا جرنیل اور ذاتی اثاثے کی یہ کیفیت اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی زندگی کا مقصد نہ ذاتی وجاہت تھا اور نہ پر تکلف زندگی۔ بلکہ راہ خدا میں شہادت کی طلب ہی ان کا مقصد حیات تھا۔ ان کی جان اللہ کی راہ میں وقف تھی اور مال بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف ہوا۔

جب حضرت عمرؓ کو ان کی وفات کی اطلاع ملی تو بے حد غمگین ہوئے اور انہوں نے فرمایا۔

"مسلمانوں کو ایک ایسا نقصان پہنچا ہے جس کی تلافی ناممکن ہے حضرت خالد بن ولیدؓ ایسے جرنیل کہ اب شاید ہی کوئی ان کی جگہ لے سکے وہ دشمن کے لئے مصیبت تھے"

جب حضرت خالد بن ولیدؓ کا جنازہ اٹھایا گیا تو آپ کی ہمشیرہ فاطمہؓ بنت ولید اپنے بھائی کی مفارقت میں جگر خراش نالہ وفغاں کرتی تھیں۔ اس وقت حضرت عمرؓ بھی برداشت نہ کرسکے۔ اور بے اختیار ان کے آنسو نکل آئے۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی والدہ کو دیکھا کہ بیٹے کے غم میں ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئی تھیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ "یہ کون بی بی ہیں جو اس قدر مغموم وپریشان ہیں؟"

لوگوں نے عرض کیا کہ "خالد بن ولیدؓ بن ولید کی والدہ ہیں"

آپ نے فرمایا "خوش قسمت ہے وہ ماں، جس کے بطن سے خالد بن ولیدؓ جیسا فرزند پیدا ہوا پھر فرمایا، جب تک نعمت موجود ہو، اس کی قدر کی جاتی۔ لیکن جب وہ ضائع

ہو جائے تو اس کی قدر و منزلت پہچانی جاتی ہے"

ایک دفعہ عرب کا ایک شاعر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا! "مجھے خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے متعلق اپنے اشعار سناؤ"

وہ عرب کا بہترین شاعر تھا لیکن اشعار سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا "تم خالد رضی اللہ عنہ کا حق ادا نہیں کر سکے"

دنیا کا سب سے بڑا جرنیل

آج قومی عصبیت کا دور دورہ ہے دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے تاریخ نویس اس بات پر زیادہ سے زیادہ زور صرف کرتے ہیں کہ ان کے ہیرو کو دنیا کا سب سے بڑا انسان تسلیم کر لیا جائے۔ تاریخوں میں بے شمار ایسے نام ملیں گے جن کے ساتھ "فاتح اعظم" "عظیم الشان سپاہی" "دنیا کا سب سے بڑا جرنیل" وغیرہ القاب لکھے ہوئے ہوں گے لیکن اگر کوئی مورخوں کے عطا کردہ ان اعزازات کو دلیل اور انصاف کی ترازو میں تولنے لگے تو مایوسی اور افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ تحقیق کرنے والا دیکھے گا کہ محض قوم پرستی کے جوش میں بعض ایسے لوگوں کو بھی ان معزز خطابات سے نواز دیا گیا ہے جن کے قابل نفرت کارناموں کی وجہ سے تاریخ کے صفحات میں انہیں ادنیٰ سی پوزیشن نہیں ملنی چاہئے۔

لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے حالات پڑھنے کے بعد ہر انصاف پسند اور صاف ذہن رکھنے والا انسان محسوس کرتا ہے کہ اسلام کے اس عظیم الشان سپاہی کے نام کے ساتھ دنیا کا سب سے بڑا جرنیل بہت ادنیٰ درجے کا خطاب ہے اس کے محیر العقول کارنامے دلیل بن کر قدم قدم پر مطالبہ کرتے ہیں کہ نہ صرف اسلام کی بلکہ دنیا کی تاریخ میں اسے وہ مقام دیا جانا چاہئے جس کا دنیا کے کسی فاتح کسی جرنیل اور کسی سپاہی کو نہیں سمجھا گیا۔

یقیناً دوسری قوموں اور ملکوں کی تاریخوں میں بھی ایسے لوگوں کے تذکرے ملیں گے جنہوں نے اپنی تلواروں اور تدبیر کی بدولت زمانے سے اپنا لوہا منوایا۔ جنہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کرکے قوموں کی قسمتیں اور دنیا کا نقشہ بدل دیا۔ لیکن اپنی پوری زندگیوں میں کتنی بار انہوں نے یہ کارنامے انجام دیئے؟ جن قوموں اور ملکوں کو انہوں نے شکست

دی ان کی حربی قوتیں کیا تھیں؟ اور خود ان کے جلو میں کتنی قوموں کے پھریرے تھے؟

اگر ان سوالوں پر غور کیا جائے تو دنیا کے فاتحین کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے مقابلے میں ہرگز نہیں لایا جا سکتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ قوت کے نشے میں سرشار ہو کر طاقت ور قوموں نے اپنی کمزور ہمسایہ قوموں پر یلغار کی اور شہنشاہوں کے تنخواہ دار مورخوں نے ظلم وزیادتی کی ان داستانوں کو شجاعت اور شہادت کا ملمع چڑھا کر تاریخ کے اوراق کی زینت بنا دیا۔

بخت نصر، جولیس، سکندر، نپولین، اور دنیا کے دوسرے فاتحین کی داستانوں کا تجزیہ کرنے کے بعد صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ طاقت نے کمزوری کو، کثرت نے قلت کو اور ظلم نے مظلومی کو فتح کیا۔

ان فاتحین کی داستانوں میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی داستان۔ ایسا رنگ کہاں کہ ہمیشہ مظلومی نے ظلم کے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا ہو، قلت نے کثرت کو چیلنج کیا ہو، بے سرو سامانی نے ساز و سامان والوں سے ٹکر لی ہو، پاپیادہ غازیوں نے آہن پوش سواروں کو نیچا دکھایا ہو۔

دنیا کے دوسرے فاتحین کی داستانوں میں ایسے تابندہ ٹکڑے کہاں کہ جنگ یرموک میں دشمن کی ساٹھ ہزار فوج کے مقابلے کے لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ صرف ساٹھ مجاہد لے کر نکلے ہیں اور اس شان سے فتح حاصل کرتے ہیں کہ دشمن پیٹھ پھیر کر دیکھنے کی جرات بھی نہیں کرتا۔

جنگ موتہ میں مسلمانوں کی کل تعداد تین ہزار تھی اور رومی ایک لاکھ سے اوپر تھے۔ پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایسے وقت فوج کی کمان سنبھالی تھی۔ جب حضرت زیدؓ بن حارثہ، حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ تین جلیل القدر سالاروں کی شہادت کے باعث مسلمانوں کے حوصلے پست ہو رہے تھے لیکن انہوں نے اپنی خداداد قابلیت اور بے مثل شجاعت سے ایک لاکھ رومیوں کو شکست فاش دی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی یہ کتنی بڑی خصوصیت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کم وبیش سوا سو لڑائیاں لڑیں۔ جن میں ان کی فوجی طاقت دشمن کے مقابلے میں پاسنگ کے برابر ہوتی تھی۔ لیکن کسی ایک لڑائی میں بھی شکست نہیں کھائی۔

واٹرلو کی شکست کا حال پڑھ کر ہمیں نپولین کے یہ الفاظ بالکل مذاق معلوم ہوتے ہیں کہ ناممکن مہمل لفظ ہے اسے لغات سے خارج کر دینا چاہئے۔ لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا ہر واقعہ اس فقرے پر گواہی دیتا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو عراق میں حضرت ابوبکرؓ کا خط ملتا ہے ابوعبیدہؓ کی امداد کے لئے فوراً روانہ ہو جاؤ" وہ شام کی طرف کوچ کرنے کا قصد فرماتے ہیں اور عین التمر کی راہ سے جو سب سے قریب راستہ ہے حدود شام میں داخل ہونے کی تجویز پیش کی۔ اس دشوار گزار صحرا کی مشکلات سے واقفیت رکھنے والے حضرت رافعؓ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیتے ہیں کہ عین التمر کی راہ سے تشریف لے جانے کا قصد ترک کر دیجئے۔ کیونکہ اس خوفناک صحرا میں قدم رکھنا جان بوجھ کر موت کو دعوت دینا ہے۔ یہ ایسا راستہ ہے کہ پانچ دن کی منزل میں پانی کا ایک قطرہ بھی کہیں سے دستیاب نہ ہو گا۔ سواری اور باربرداری کے جانوروں کا ہلاک ہو جانا یقینی ہے"

کوئی اور ہوتا تو حضرت رافعؓ کے اس مشورے کو قبول کر کے قریبی راہ سے جانے کا ارادہ ترک کر دیتا۔ لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کسی مشکل سے گھبرانے کی جگہ اس پر قابو پانے کے تجاویز سوچتے ہیں آپ کو حکم دیتے ہیں کہ "چالیس اونٹوں کو اچھی طرح پانی پلا کر ان کے منہ باندھ دیئے جائیں اور ہر مسلمان اپنی ضرورت کے مطابق پانی ساتھ لے لے"

آپ ہر منزل پر دس اونٹ ذبح کراتے ہیں اور ان کے پیٹ سے نکلا ہوا پانی ٹھنڈا کر کے جانوروں کو پلواتے ہوئے موت کی اس وادی کو نہایت کامیابی کے ساتھ عبور کر لیتے ہیں۔ یہ عزم اور تدبیر کا کتنا بڑا مظاہرہ ہے اس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے عرب کے وسیع ریگستانوں میں پیاس کے سبب ہلاک ہونے والے قافلوں کی ہڈیاں بکھری ہوئی دیکھی ہیں جو اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ بڑے سے بڑے بہادر بھی کسی ایسے راستے پر قدم بڑھانے کی جرات نہیں کر سکتا۔ جس میں پانچ دن تک پانی ملنے کا امکان نہ ہو۔

ان تمام باتوں کے علاوہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی زندگی میں سب سے زیادہ قابل لحاظ امر یہ ہے کہ ان کے ہمراہی صحرائے عرب کے غیر تربیت یافتہ مٹھی بھر افراد تھے خود انہوں نے بھی کسی فوجی کالج میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی تھی۔ پھر مقابلہ کس کے ساتھ تھا قیصر روم

اور شہنشاہ ایران کے آہن پوش منظم لشکروں کے ساتھ۔ جن کے وسائل اور سامان حرب کا کوئی اندازہ بھی قائم کرنا مشکل تھا۔ وسیع اور دولت مند سلطنتیں ان کی پشت پر تھیں اور اپنے سالاروں کو برابر کمک بھیجتی رہتی تھیں۔ ادھر مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کے پاس تلوار ہے تو نیام ندارد' نیزہ ہے تو ڈھال نہیں اور گھوڑا ہے تو زین سے محروم۔

اپنے وطن سے منزلیں دور' پرائے ملک میں آکر ایسے بے سروسامان لشکر کا رومیوں اور ایرانیوں کے عظیم الشان لشکروں کو شکست دینا معجزے سے کم نہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عراق اور شام میں جتنی بھی لڑائیاں لڑیں ان تمام میں کوئی ایک جنگ بھی ایسی نہیں جس میں مسلمانوں کی تعداد دشمن کی فوج کے نصف کے برابر ہو۔ لیکن ہر معرکے میں مظفر و منصور رہے ہر لڑائی میں دشمن کو نیچا دکھایا۔

یہ ایسی باتیں ہیں جو کسی بھی قوم کے لئے ہیرو اور دنیا میں کسی بھی جرنیل کی زندگی میں نہیں ملتی۔ انسانیت کی پوری تاریخ میں صرف حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید ہی ایک ایسے جرنیل ہیں جنھوں نے سامان حرب کی کثرت اور ٹڈی دل دشمن سے بتیس کی بتیس بڑی لڑائیاں' حسن تدبیر اور شجاعت کے بل بوتے پر فتح کیں اور لکیر کا فقیر بن کر دوسروں کے بنائے ہوئے قاعدوں اور طریقوں کے مطابق بساط جنگ سجانے کی بجائے ایک مجتہد اور مخترع شان سے جنگ کے قاعدے اور نئے اسلوب وضع کئے اکثر لڑائیوں کے ذکر میں یہ بات ملے گی کہ انہوں نے اپنے لشکر کو چند قدم پیچھے ہٹا کر فتح حاصل کی۔ بعض اوقات عام فوجی اصولوں کے خلاف بالکل معمولی طاقت کے ساتھ دشمن کی بڑی بڑی جماعتوں پر ٹوٹ پڑے۔ کبھی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ ہفتوں اور مہینوں کی راہ دنوں میں طے کرکے دشمن کی توقع اور اندازے کے بالکل خلاف اسے منزلوں آگے جالیا۔ غرض موقع اور ضرورت کے مطابق انہوں نے اپنے خود قاعدے بنالئے اور اس بات کی کبھی پروا نہیں کی کہ دنیا کے ماہرین جنگ نے ایسے مواقع کے لئے کیا تدابیر بتائی ہیں۔

پھر یہ بھی نہیں کہ اس مشہور مقولے کے مطابق "جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے" انہوں نے ہر چالاکی اور مکاری کا جائز سمجھا ہو' صلح اور جنگ دونوں صورتوں میں باہمی معاہدوں اور وعدوں کا جس قدر لحاظ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کرتے تھے شاید ہی کسی اور قوم کے ہیرو نے کیا ہو۔

اپنے عہد کا پاس' پاک بازی' فرض شناسی بالغ نظری' موقع شناسی اپنی جان کے مقابلے میں اپنے مشن سے محبت' ناقابل شکست اعتماد اور بے نظیر شجاعت' یہ تمام خوبیاں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کردار پر بدرجہ اتم نظر آتی ہیں۔

انہوں نے اپنے مقصد کے مقابلے میں اپنی زندگی کو کبھی عزیز نہیں رکھا۔ دوسرے جرنیلوں کی طرح قلب لشکر میں محفوظ مقام پر رہ کر احکام صادر کرنے کی بجائے وہ ہمیشہ صف میں رہ کر دشمن سے دست بدست جنگ کرتے تھے۔

انہیں اسلام کی صداقت اور اپنی مہم کی کامیابی کا اسی طرح یقین تھا جس طرح دوسرے دن سورج نکلنے کا۔ وہ قبل از وقت دشمن کی جنگی چالوں کو سمجھنے میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ انہیں اپنے سپاہیوں کی جان اور عزت کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ ان کی زیادہ سے زیادہ کوشش ہوتی تھی کہ کم سے کم جانی نقصان کے ساتھ لڑائی میں فتح ہو' بے غرضی اور اولی الامر کے ساتھ وفاداری کا یہ عالم تھا کہ اپنی معزولی کی خبر سن کر ان کے تیور پر بل تک نہیں آیا اور نہ ان کی جدوجہد اور جنگی مساعی میں فرق آیا۔

یہی وہ خوبیاں ہیں' جن کی وجہ سے آج ہر ایک مخالف کو کہنا پڑتا ہے کہ

"خالد رضی اللہ عنہ دنیا کا سب سے بڑا جرنیل تھا"

(از کتاب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سید امیر احمد صفحہ ۲۴۴)